سوال

(57) عبادات شاقفہ اور نفس کشی ثواب کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہیں یا

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عبادات شاقفہ اور نفس کشی ثواب کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہیں یا رسول اللہ ﷺ کی اتباع زیادہ بہتر ہے ؟ امید ہے کہ کتاب وسنت سے اس کا جواب عنایت فرمائیں گے۔ ؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ
الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں ثواب زیادہ ہے ، نہ کہ عبادات شاقہ میں جو سنت کے خلاف ہیں ، رسول اللہ ﷺ کو آسان دین دے کر بھیجا گیا ہے ، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں '' ابراہیم حنیف کے مذہب کی پیروی کرو'' الآیۃ اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھا'' الآیۃ ''اللہ تعالیٰ تم پر آسانی کرنا چاہتے ہیں نہ کہ تنگی'' وغیرہ ،بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پیارا دین حنیف ہے جو آسان ہے ، مطلب یہ ہے کہ دین کے تمام امور ہی خدا تعالیٰ کو پسند ہیں لیکن سب سے زیادہ پیارا آسان مسلک ہے ، آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''بہترین دین وہ ہے جو آسان ہے '' اللہ تعالیٰ نے ہندوؤں کو تعلیم فرمایا ہے کہ خدا کے بندے یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم پر ایسا بوجھنہ ڈالنا جیسا پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے '' دین آسان ہے '' اس حدیث سے ان لوگوں کا رد ہونا ہے ، جو کہتے ہیں کہ دین پر عمل کرنا بڑا مشل ہے ۔ حضور ﷺ نے فرمایا، جو دین میں سختی اختیار کرے گا دین اس پر غالب آجائے گا''یعنی وہ ریاضات شاقہ سے تنگ آکر بالآخر رخصت پر عمل کرنے پر مجبور ہو جائے گا اور اس صورت میں طلب الکل فوت الکل کا مصداق بن جائے گا، شریعت کا مقصد یہ ہے کہ ایسی نفلی افراط سے بچنا چاہیے جو ترک افضل کرائے یا واجب وفرض میں خلل ڈالے مثلاً کوئی ساری رات نفل پڑھے اور آخری وقت میں اس پر نیند غالب آجائے اور صبح کی نماز ضائع ہو جائے'' پس تم افراط و تفریط سے بچو'' اور ریاضت سے بچتے ہوئے سہولت اختیار کرو کہ اس پر تم مواظیت اختیار کر سکو گے اور لوگوں کو مداومت پر اجر جزیل کی بشارت سناؤ اور کچھ سفر پہلے پہر کر لیا کرو اور کچھ پچھلے پہر اور کچھ رات کی تاریکی میں ''

آنحضرت ﷺ نے عامل کو مسافر سے تشبیہ دی ، کہ اگر کوئی مسافر دن رات چلتا رہے گا تو آخر تھک جائے گا، اور اگر کوئی مسافر کچھ دیر آرام کرلے اور کچھ سفر کرلے تو وہ اپنی منزل پر پہنچ جائے گا اور حضور ﷺ کی یہ تشبیہ بہت صحیح ہے کیونکہ دنیا سے آخرت کو چلنا بھی ایک سفر ہے ۔ بخاریشریف میں اس حدیث سے پہلے قیام اور صلوۃ وغیرہ کے فضائل کی حدیثیں بیان ہوئی تھیں، ان کے بعد امام بخاری اس حدیث کو لاتے ہیں کہ اعمال بجالانے میں میانہ روی اختیار کرنا چاہیے ۔ بخاری شریف کی دوسری حدیث یہ ہے کہ '' اللہ کو پیارا دین وہ ہے جس پر عامل ہمیشہ عمل کر سکے '' اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہمیشگی اسی عمل پر کر سکتا ہے جو آسان ہو اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعمال کو دین کہا گیا ہے کیونکہ تنگی یا آسانی تو اعمال میں ہی ہو سکتی ہے نہ کہ تصدیق میں اور دوام سے مراد حقیقی نہیں ہے کہ ہر وقت معل ہوتا رہے بلکہ اس سے مراد دوام عرفی ہے حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور حضرت عائشہ ؓ کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی ۔ آپ نے پوچھا یہ کون عورت ہے ، حضرت عائشہ ؓ نے جواب دیا

یہ فلاں عورت ہے (یعنی بنو اسدیہ) جو رات کو کبھی نہیں سوتی، یہ مدینہ میں سب سے زیادہ عبادت کرنے والی عورت ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے عائشہؓ اس بات کو چھوڑ، تم پر اتنا ہی ضروری ہے جس کی تم طاقت رکھو، جب تم اکتا جاتے ہو تو خدا تعالیٰ بھی اکتا جاتے ہیں۔ اللہ کو سب سے پیارا دین وہ ہے جو آسان ہو۔''

اس حدیث کو ملحوظ رکھتے ہوئے بہت سے علماء نے استنباط کیا ہے کہ تمام رات نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ امام نووی نے کہا ہے کہ تھوڑے عمل کا اجر بسا اوقات ہمیشگی کی وجہ سے بڑھ جاتا ہے اور زیادہ عمل کا اجر بسبب منقطع ہوجانے عمل کے گھٹ جاتا ہے اور اس حدیث میں قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اور رہبانیت کو انہوں نے از خود بنا لیا تھا، ہم نے ان پر اس کو فرض نہیں کیا تھا، بالآخر وہ اس کو نباہ نہ سکے الآیۃ۔ یہی وجہ ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص جب عمل سے تھک جاتے تو اس تکرار پر بڑے پشیمان ہوتے، جو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے تخفیف عبادت کے متعلق کی تھی اور کہتے تھے کاش میں آنحضرت ﷺ کی رخصت کو قبول کرلیتا اور اپنے مقرر کردہ عمل میں کبھی کوتاہی نہ کرتا۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جب ان کو کوئی حکم دیتے تو ایسا ہی حکم دیتے جو لوگوں کی طاقت کے مطابق ہوتا اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کو پیارا عمل وہ ہے جس پر مداومت کی جائے، لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول 1 ہم آپ جیسے تو نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ ن ے آپ کے گناہ تو معاف کردیئے ہیں تو آنحضرت ﷺ سخت ناراض ہوئے، یہاں تک کہ آپ کے چہرے پر غضب کے آثار نظر آنے لگے، پھر آپ نے فرمایا، میں تم سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں، تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جانتا ہوں، مطلب یہ کہ خداوند تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے میری اطاعت کرو، میری ہدایات کو ملحوظ رکھو، اپنے اوپر آسان عمل رکھو اور اپنے قیاس سے عبادات شاقہ اختیار نہ کرو یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق ایک الگ باب باندھا ہے کہ ''عبادت میں سختی مکروہ ہے'' اور حدیث بیان کی ہے، انس بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں داخل ہوئے اور دیکھا کہ دو ستونوں کے درمیان ایک رسی بندھی ہے۔ آپ نے فرمایا، یہ رسی کیسی ہے، لوگوں نے کہا یہ زینب کی رسی ہے، جب وہ قیام کرتے کرتے تھک جاتی ہے تو اس سے اپنے آپ کو باندھ لیتی ہے، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اس کو کھول دو۔ اپنی خوشی تک نماز پڑھنی چاہیے، جب تھک جائے تو بیٹھ جائے اور حضرت عائشہؓ نے کہا، کہ میرے پاس بنو اسد کی ایک عورت بیٹھی تھی تو آنحضرت ﷺ اندر داخل ہوئے، آپ نے پوچھا یہ عورت کون ہے میں نے کہا یہ فلاں عورت ہے یہ رات کو کبھی نہیں سوتی، پھر اس کی نماز کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا، اے عائشہ اس بات کو چھوڑ دے۔ اتنا ہی عمل کیا کرو جتنی تمہیں طاقت ہو، اس وقت تک خدا تعالیٰ بھی نہیں اکتاتے جب تک کہ تم نہ اکتا جاؤ۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ عبادات شاقہ مکروہ و خلاف طبع آنحضرت ﷺ ہیں، کیونکہ ان پر مداومت دشوار ہے، امام بخاری و مسلم باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ'' میں حضرت انسؓ سے حدیث لائے ہیں کہ تین آدمی آنحضرت ﷺ کی بیویوں کے پاس آئے اور نبی ﷺ کی عبادت کے متعلق سوال کیا جب انہوں نے آپ کی عبادت کے متعلق خبر دی تو انہوں نے اس عبادت کو کم محسوس کیا، کہنے لگے ہماری آنحضرت ﷺ سے برابری کیسے ہوسکتی ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے سارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردیئے ہیں تو ایک نے کہا کہ میں تو ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا، میں ہمیشہ روزے رکھا کروں گا اور کبھی افطار نہ کروں گا اور تیسرے نے کہا، میں ہمیشہ عورتوں سے الگ رہوں گا، کبھی نکاح نہ کروں گا، تو نبی ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا کیا تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے اس طرح کہا ہے، خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہوں تم سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں نے عورتوں سے نکاح بھی کر رکھے ہیں جو شخص میری سنت کو حقیر سمجھے وہ میری امت میں سے نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شیخ ابن الہمام صاحب فتح القدیر محشی ہدایہ اور ملا علی قاری نے کہا ہے ''فضیلت نبی ﷺ کی اتباع میں ہے، نہ اپنے خیال کے مطابق عبادات شاقہ میں جو بظاہر افضل معلوم ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے افضل نبی کے لیے سب سے اشرف اعمال پسند فرمائے ہیں پس جو چیز آنحضرت ﷺ کے مزاج کے خلاف ہے، وہ مردود ہے تفسیر نیشاپوری اور معالم التنزیل میں مذکور ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو وعظ فرمایا، قیامت کا حال بیان کیا، لوگوں کی طبیعت نرم ہوئی اور رونے لگے تو دس صحابہ کرام حضرت عثمان بن مظعون جمحی کے گھر میں جمع ہوئی (یہ آنحضرت ﷺ کے رضاعی بھائی تھے) اور آپس میں مشورہ کیا کہ ان باتوں پر اتفاق کریں کہ ہم راہب بن جائیں گے، موٹے کپڑے پہنیں گے اپنے آپ کو خصی کردیں گے، ہمیشہ روزہ رکھا کریں گے، رات کو قیام کیا کریں گے، سوئیں گے نہیں، روغن اور گوشت نہیں کھائیں گے، عورتوں کے قریب نہ جائیں گے، خوشبو نہ لگائیں گے، زمین میں سیاحت کریں گے، جب اس بات کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو ہوئی تو آپ عثمان بن مظعون کے گھر تشریف لے گئے وہ تو نہ ملے آپ نے اس کی عورت سے پوچھا کیا جو بات تیرے خاوند اور اس کے ساتھیوں کے متعلق مجھے پہنچی ہے، وہ صحیح ہے؟ اس نے اپنے خاوند کا راز بتانا بھی مناسب نہ سمجھا اور آپ سے غلط بیان بھی نہ کرنا چاہتی تھی کہنے لگی یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ کو عثمان نے بتایا ہے تو پھر صحیح ہی ہوگا آپ واپس تشریف لے آئے پھر جب وہ صحابہ آپ سے ملے تو آپ نے

فرمایا، مجھے تم سے اس طرح کی بات پہنچی ہے کیا یہ صحیح ہے؟ ہاں اے اللہ کے رسول! ہمارا ارادہ تو بھلائی کا تھا، آپ نے فرمایا، مجھے ان باتوں کا حکم نہیں دیا گیا ہے، تمہاری جانوں کا بھی تم پر حق ہے، روزے بھی رکھا کرو اور افطار بھی کیا کرو، سویا بھی کرو اور نماز بھی پڑھا کرو، میں قیام بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، گوشت اور روغن بھی کھاتا ہوں، عورتوں سے تعلقات بھی رکھتا ہوں، جو میری سنت کو حقیر سمجھے وہ میری امت میں سے نہیں ہے، پھر آپ نے لوگوں کو اکٹھا فرمایا اور خطبہ ارشاد فرمایا، ان لوگوں کا کیا حال ہے جنہوں ن عورت، کھانے، خوشبو، نیند، اور خواہشات کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے، میں تم کو اس بات کا حکم نہیں دیتا کہ تم راہب بن جاؤ، یہ میرا دین نہیں ہے، پہلے لوگ بھی اپنے اوپر سختی کرکے ہلاک ہوئے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی کی اور آج گرجوں میں یہ انہی کا بقایا ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، ''اے ایماندارو! اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام مت ٹھہراؤ اور زیادتی نہ کرو اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔''

اہل بصیرت جانتے ہیں کہ شیریعت کے مصالح و حقائق پر نگاہ رکھنا صرف نبی کا کام ہے نہ کہ ولی کا خواہ وہ کتنا ہی کامل کیوں نہ ہو، کیونکہ جب آنحضرت ﷺ کو حضرت ابوبکرؓ اور ان کے ساتھیوں کی رائے بھی پسند نہ آئی تو دوسرا کوئی ان سے بہتر اور کون ہوگا۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے اپنی کتاب ارشاد الطالبین میں فرمایا ہے کہ ''خواجہ بہاؤ الدین نقشبند اور ان جیسے بزرگوں نے فیصلہ کیا ہے کہ جو عبادت سنت کے موافق ہے وہ عبادت تزکیہ نفس کے لیے مفید تر ہے، لہٰذا بدعت حسنہ سے بھی اسی طرح گریز کرنا چاہیے جیسے کہ بدعت سیئہ سے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، ہر بدعت گمراہی ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی گمراہی ہدایت پر نہیں ہوسکتی، پھر حدیث میں یہ بھی آیا ہ ے کہ کوئی قول اس وقت تک قبول نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس پر عمل نہ کیا جائے اور پھر قول و عمل دونوں نیت کے بغیر قبول نہیں ہوتے اور پھر قول و عمل و نیت تینوں اس وقت تک قبول نہیں ہوتے جب تک کہ سنت کے مطابق نہوں اور جب اعمال سنت کے مطاق نہ ہوں گے تو ان کا ثواب کیا ملے گا؟ اور اگر عبادات شاقہ کو تزکیہ نفس میں کوئی دخل ہوتا تو آنحضرت ﷺ صحابہ کرام کو اس سے منع نہ فرماتے، حضرت انسؓ کی حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''اپنی جانوں پر سختی نہ کرو ایک قوم نے اپنی جانوں پر سختی کی تھی سو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی کی پس آج گرجوں میں انہیں لوگوں کا بقایا ہے۔''

اگر کوئی سوال کرے کہ عبادات شاقہ و ریاضات بدنیہ سے ہم ترقی محسوس کرتے ہیں، مکاشفات اور ترقی باطن نصیب ہوتی ہے اور اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا، تو ہم کہتے ہیں واقعی ریاضات سے یہ چیزیں نصیب ہوتی ہیں لہٰذا حکمائے اشراقین اور ہندو جوگی ان صفات سے متصف ہیں، یہ کمالات اہل اللہ کی نظر سے ساقط ہیں، ان کے نزدیک ان کی قیمت ایک جو بھی نہیں ہے، کیونکہ نور سنت کے بغیر رذائل نفس اور وساوس شیطانی ختم کرنا ممکن نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ (سید محمد نذیر حسین)

فتاویٰ نذیریہ

جلد01